

متنزل و تاویل

امثال قرآن

(۴)

از جناب مولوی محمد ایوب صاحب جیسراچوری

(۱۳) دنیا پرست کا قلب حق کو حق جان لینے کے بعد بھی کس طرح اس کی پیروی بھاگتا ہے، اسکی تمثیل ہے۔

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي اتَّبَعَنَا
اے پیغمبران لوگوں کو اس شخص کی خبر پڑھ کر سناؤآيَاتِنَا فَاتَّبَعَهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ
جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں (لیکن اس نے ان پر عملمِنَ الْغَاوِينَ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَا مِنْهَا
نہیں کیا) اور انکی پیروی سے بچ کر نکل بھاگا، پھر شیطان نےوَ لَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ
اسے آیا اور وہ گمراہوں میں شامل ہو گیا۔ اگر ہم چاہتےكَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلُ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ
تو انہی آیات کے ذریعہ سے اس کو اونچا اٹھاتے لیکن وہتَتْرُكُهُ مِيلْهَتُ ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ
دنیا سے چمٹ گیا اور اپنی خواہش نفس کے پیچھے لگ گیا۔

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصْ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (۱۶۱-۱۶۲)

پس اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر اسے جھڑک مارو

تو جی، اور اگر خاموش رہے اس کے حال پر چھوڑ دو تو جی زبان باہر دھکائے رہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے

جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔ پس یہ قصے اپنے مخاطبین کو سناؤ تاکہ وہ غور کریں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے علم ہدایت رکھنے والے دنیا پرست کی مثال کتے سے دی ہے۔ دونوں کی کیفیات

کا تجزیہ کر کے دیکھو کہ دونوں کی فطرت میں کس قدر یکسانی پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو اپنا ہدایت نامہ (کتاب) دیتا

ہے، اسے علم کی بخشش سے نوازتا ہے، لیکن وہ شکر بجا لا کر اس پر عمل کرنے کے بجائے اسے پس پشت ڈال دیتا ہے اور عمل کا ہر قدم خواہش نفس کی پیروی میں اٹھاتا ہے یعنی خدا کی نارضا مندی کو اس کی رضا پر، مخلوق کو خالق پر اور چند روزہ دنیائے دنی کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے۔ کتے کی جبلت میں اس کے علاوہ اور کیا چیز ہے؟ اپنے پیٹ کے سوا دنیا کی کسی چیز سے اسے سروکار نہیں۔ حرص و آرزو کا اس کی فطرت پر اس قدر کامل غلبہ ہے کہ چلتے پھرتے اس کی ناک پر حال زمین سونگھنے میں لگی رہتی ہے کہ شاید کہیں پورے طعام آجائے اور اسے اپنی آتش معدہ کی تسکین کا موقع مل جائے۔ جب اسے پتھر سے مارا جاتا ہے تب بھی اس کی یہ توقع دور نہیں ہوتی کہ شاید پتھر کے بجائے نوار ہو۔ پیٹ کا بندہ لپکے اسکو بھی ایک نفع تو دانتوں سے پکڑ ہی لیتا ہے۔ گویا اس کجخت کے ذہن میں پیٹ اور کھانے کے سوا کسی اور چیز کا تصور کبھی آتا ہی نہیں۔ جس چیز کو دیکھتا ہے پیٹ کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اسی حرص کا اثر ہے کہ جب ایک کتا کوئی بہت بڑی مردہ لاش پا جاتا ہے جو صد ہا کتوں کے کھانے کے لیے کافی ہوتی ہے تب بھی وہ کسی دوسرے کتے کو پاس نہیں پھٹکنے دیتا، اس میں شریک نہیں کرتا اور اگر کوئی دوسرا ان موجود ہوتا ہے تو بھونکنا اور کاٹنا شروع کر دیتا ہے کہ وہ بھاگ جائے۔ پھر اس دنائت کے ساتھ ساتھ کس قدر ناپاک طبع اور گندہ فطرت ہوتا ہے کہ تازہ اور صاف کھانے کے مقابلہ میں مردار اور بدبودار اشیاء کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اپنے جسم کے سارے اعضاء کو چھو کر بس اپنی شرمگاہ سے ڈھسپی رکھتا ہے اور بار بار اسی کو سونگھتا رہتا ہے۔

کتے کی ان فطری خصوصیات کو سامنے رکھ کر دیکھو کہ جو شخص کتاب الہی کی ہدایت سے واقف ہو جائے اور اس کی صداقت کو جان لینے کے بعد عملاً اسکے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے اسکی حالت کتے سے کس قدر مشابہ ہے۔ اپنے علم اور اقرار کے خلاف عمل کرنے پر جو چیز اسے مجبور کرتی ہے وہ اسکی حد سے بڑھی ہوئی نفس پرستی کے سوا اور کیا ہے؟ جب وہ پیٹ اور شرمگاہ کا غلام بن جاتا ہے تب ہی تو خدا کو خدا ماننے کے باوجود اسکی بندگی سے انکار کرتا ہے۔ اسکے نفس میں کچھ عرصہ تک ایک کشمکش رہتی ہے۔ ایک طرف اسکا علم کہنچتا ہے اور دوسری طرف اسکی خواہشات کہنچتی ہیں۔ آخر کار جب وہ علم کی رسی توڑ کر خواہشات کی طرف ٹوٹ پڑتا ہے، تو اسکی حالت بالکل

وہی ہوتی ہے جو اوپر کتے کی حالت بیان کی گئی ہے۔ پھر اس کو حلال سے زیادہ حرام کے ساتھ رغبت ہوتی ہے پھر اسکے دل اور دماغ کی جگہ بھی معدہ ہی لے لیتا ہے۔ پھر وہ دنیا کی ہر چیز کو پیٹ کی آنکھ سے دیکھنے لگتا ہے۔ پھر اسکی حالت یہ ہوتی ہے کہ چار روٹیوں پر اس شخص چیز کی چاہ ہو قربانی لے لو۔ پھر وہ نواسے کی توقع پر سزوت برداشت کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اور پیٹ کے بعد اگر کوئی چیز اسکی پچھیسوں کا مرکز ہوتی ہے تو وہ اسکی شرمگاہ ہے۔ اس کا بس نہیں چلتا کہ ہم تن شرمگاہ بن کر رہ جائے!

ابن جریر کا قول ہے کہ کتا منقطع القلب ہوتا ہے، اس کا اندر دل نہیں ہوتا۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سینہ میں دل نہیں ہوتا جو اسے صبر اور وقار پر آمادہ رکھ سکے اور حرص اور بے صبری کی اس کھلی نشانی (یعنی زبان نکالنے) سے باز رکھ سکے۔ ایسا ہی وہ بد بخت انسان بھی ہے جو خدا کی کتاب کے کئی کاٹتا ہے۔ وہ بھی اس طلب محروم ہوتا ہے جو اسے قناعت اور ضبط نفس پر آمادہ کر سکے۔ اور دنیا کی غلامتوں میں روح کو تھمڑنے سے روک سکے۔ بے صبری اور عشق دنیا کا دوزخ دونوں کی مشترک خاصیت ہے۔ وہ اس وجہ سے دنیا پر ٹوٹا پڑتا ہے کہ اس کی طبیعت دنیا کے بارے میں غیر معمولی بے صبر اور غیر قانع واقع ہوئی ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہر آن زبان نکالے رہتا ہے کہ حرص اور لاپرواہی کی آگ اس کے کلب میں ہر دم جلتی رہتی ہے۔ کتے کی زبان لٹکنے سے باز نہ آئیگی خواہ تم اسے مار پیٹ کر زبان منہ میں رکھنے پر مجبور کرو، یا اسکے حال پر چھوڑ دو۔ اسی طرح جو انسان کتے کی سی حالت میں مبتلا ہو اسکو خواہ تم دغظ و نصیحت کے ذریعہ خدا اور آخرت کا خوف دلاؤ یا خاموش رہو، ہر حال میں اس کا دل دنیا ہی میں پھینسا رہے گا۔ حضرت ابن عباسؓ اس تشبیہ کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ اگر تم اس کو حکمت کی باتیں بتاؤ تو وہ اس کا تحمل نہ کر سکیگا، اور اگر اسے بونہی اس کے حال پر چھوڑ دو تو خیر اور راستی کی توفیق نہ پائیگا۔

امام حسن فرماتے ہیں کہ یہ منافق کی مثال ہے جو شاہراہ حق پر کسی طرح ثابت قدم نہیں رہ سکتا، خواہ اس کو

حق کی دعوت دی جائے یا نہ۔

ابو محمد ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ ہر جانور بھوک یا پیاس کی شدت سے بدحواس ہو کر زبان نکالتا ہے۔ مگر کتے

کا حال سبک مختلف ہے۔ یہ آرام، تکلیف، تندرستی، بیماری، تشنگی، سیرابی، غرض ہر حال میں زبان نکلے رہتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مثال کتے ہی سے دی جو آیات الہی کو جانتا ہے کہ خدا کی طرف سے ہیں اور پھر عملان کی تکذیب کرتا ہے۔ اگر اس کو نصیحت کی جائے تب بھی وہ گمراہی کی دلیل میں پھنسا رہیگا اور اگر نصیحت نہ کی جائے تب بھی۔ چنانچہ دوسری جگہ ایک آیت میں یہی حقیقت بیان ہوئی ہے:

وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا
يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ
أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ۔
اور اگر تم ان لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ
تمہاری پیروی نہ کریں گے۔ تمہارے لیے یکساں ہے
خواہ انہیں حق کی دعوت دو یا خاموش رہو۔

اب امثال کے لیے جو الفاظ اور جملے استعمال ہوئے ہیں ان کے اسرار و معانی پر ایک نگاہ ڈالو۔ سب سے پہلے آیتناہ ایاتنا کو دیکھو۔ خدا کہتا ہے کہ ہم نے خاص طور پر اس کو اپنی آیات میں وجود حقیقت سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اس بخشش نعمت کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس بخشش کی قدر و منزلت کی طرف اشارہ فرمایا۔ درنہ اگر معمولی سی نعمت ہوتی تو اوتی (اسکو آیات دی گئی تھیں) کہہ دیا جاتا۔

پھر فرمایا فَالْتَسَلِمَ مِنْهَا۔ یعنی ان آیات کے احاطہ اور اقتدار سے اس طرح نکل بھاگا جس طرح سانپ اپنی کینچی چوڑا لنگ ہو جاتا ہے یا جس طرح کسی جانور کی کھال کھنچی جائے اور وہ گوشت سے الگ ہو جائے۔ دیکھو پہلے جملہ کی طرح یہاں خدا نے اس فعل کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا، یعنی یہ نہیں کہا کہ ہم نے اسے اپنی آیات سے دور کر دیا، کیونکہ یہ تو دراصل اسی بد بخت کا فعل ہے اور اپنی ہولناستی کی وجہ سے وہ خود ہی اس محرومی کا سبب بنا ہے۔

اس کے بعد آتا ہے "فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ" یعنی شیطان نے اسے پالیا۔ "اتباع" کے معنی یہاں پالینے اور پکڑنے کے ہیں۔ چنانچہ قوم فرعون بنی اسرائیل کو پالینے کو اللہ تعالیٰ نے "اتباع" ہی کے لفظ سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "فَاتَّبَعُوهُمْ مَّتَسْرِ قَلْبِينَ" صبح کے وقت انہوں نے بنی اسرائیل کو جالیا۔ شیطان کا حملہ اس وقت اس کا پکڑ کر ہوا جب وہ آیات الہی کو پس پشت ڈال چکا تھا۔ اس سے قبل وہ ان آیات کے مضبوط حصار میں مامون و مضمون تھا اور کسی طرف

سے بھی شیطان اس پر قابو نہ پاسکتا تھا آلا آنگر وہ کبھی غافل رہا ہو اور اچانک شیطانی فریب کا چند لمحوں کے لیے شکار ہو گیا ہو۔ لیکن جب اس آیت الہی کے اس حصار کو خود ہی توڑ کر بھینک دیا اور اسے آزاد ہو گیا تو شیطان نے اپنی کین گاہ سے چھٹ کر اسے اس طرح اپنے پنجوں میں داب لیا جس طرح شیر اپنے شکار کو داب لیتا ہے۔ انجام کار وہ ان گمراہوں کے زمرہ میں شامل ہو گیا (فَكَانَ مِنَ الْخٰوِرِيْنَ) جو حق کو پہچان کر اس کے خلاف عمل کرتے ہیں اور علم ہدایت رکھتے ہوئے اس کے مطابق زندگی نہیں بسر کرتے یعنی علمائے سوء۔

پھر فرمایا کہ "اگر تم چاہتے تو ان آیات کے ذریعہ سے اسکو اٹھا کر بندیوں پرے جاتے" (وَلَوْ شِئْنَا لَسَخَعْنَا جِبْهًا)۔ یہاں خدا اپنا ایک قانون بیان کر رہا ہے کہ محض علم، خواہ وہ کیسا ہی حقیقی اور عظیم کیوں نہ ہو خدا کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ قدر و منزلت کی چیز دراصل اتباع حق اور پروردگار کی رضا جوئی ہے۔ اور علم کی قدر بھی اسی لیے ہے کہ وہ عمل صحیح کا ذریعہ ہے۔ اگر علم ہو اور پھر اسکے خلاف عمل کیا جائے تو یہ انسان کو اولاً زیادہ غضب کا مستحق بنا دیتا ہے۔

ضمناً ایک نکتہ اور بھی اس انداز بیان سے پیدا ہوتا ہے۔ اس صاف معلوم ہوتا ہے کہ بندے کا اپنے علم کے ذریعہ سے بند مرتبہ پر پہنچنا حقیقت میں اللہ کی توفیق پر منحصر ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے توفیق نہ ملے تو کوئی شخص اپنے علم کے بل بوتے پر اس نعمت کو حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ مجرد علم کوئی وزن نہیں رکھتا۔ خود علم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ کسی نیچے کو اونچا کر دے۔ بندگی پر پہنچنے کے لیے علم کے ساتھ دوسرے بہت سے اسباب کی بھی ضرورت ہوتی ہے، جو اگر مساعد نہ ہوں تو علم کے باوجود آدمی پست حال رہتا ہے۔ اور اسباب کا مساعد ہونا اللہ ہی کی توفیق پر منحصر ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ "لَسَخَعْنَا جِبْهًا" میں جو ضمیر ہے اس کا مرجح کفر ہے نہ کہ وہ شخص جسکی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے آیت کی تفسیر یہ ہوگی کہ اگر ہم چاہتے تو اپنی دی ہوئی آیات کے ذریعہ اس شخص کے اندر سے کفر کو نکال دیتے۔ امام مجاہد اور عطاء اسی طرف گئے ہیں۔ اگرچہ یہ خیال بھی اپنی جگہ صحیح ہے لیکن پہلے

جو مفہوم بیان کیا جا چکا ہے وہی اس آیت کا اصلی مفہوم ہے اور یہ دوسرا مفہوم اس کے لوازم میں سے ہے۔ لہذا دونوں اقوال میں کوئی منافات نہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں، سلف کی تفسیر کا یہ بھی ایک اصول اور طریقہ تھا کہ وہ بسا اوقات آیتوں کی حقیقی مراد بیان کرنے کے بجائے اس کے لوازم اور مقتضیات بیان کر دیا کرتے تھے۔ جو لوگ ان کے اس طریقہ سے نادانف ہیں وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ان کے نزدیک آیت کا مفہوم ہی یہی ہے۔

”اَخْلَدَا لِي الْاَرْضِ“ اس فقرے کی تفسیر میں بہت اقوال نقل ہوئیں۔ اہم مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ بے فکر اور مطمئن ہو گیا، سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ دنیا کی طرف جھک گیا، مقاتل کے الفاظ ہیں کہ وہ دنیا کا گردیدہ ہو گیا، لیکن تعدد اقوال محض الفاظ تک ہے ورنہ سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

”وَاشْبَحَ هَوَاةٌ“ کے مفہوم میں بھی اسی طرح کے مختلف اقوال مذکور ہیں۔ بکلی فرماتے ہیں کہ وہ معالی امور کو ترک کر کے ذلیل مقاصد کے پیچھے پڑ گیا۔ ابوروق کہتے ہیں کہ وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ عطاء کا قول ہے کہ وہ دنیا کا مرید ہو گیا اور اپنے شیطان کی پیروی کی۔ ابن زید کا خیال ہے کہ یہاں ”هَوَا“ سے مراد اس کا وہ میلان ہے جو اسے حضرت موسیٰ کے خلاف نبوؤ آزاہونے والی کافر قوم کے ساتھ تھا۔ بیان کہتے ہیں کہ ”هَوَا“ سے مراد زن مریدی ہے کیونکہ جس شخص کا یہاں فکر ہو رہا ہے اسکی بیوی ہی نے دنیا پرستی کی طرف اسے راغب کیا تھا۔

(۱۴) کتاب الہی پر عمل چھوڑ دینے والوں کی مثال:

مَثَلُ الَّذِينَ حَمَلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ
يَجْعَلُوا مَا كُنَلِ الْجَارِ يَحْمِلُ اسْفَارًا يَمْشِلُ
الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا يَايَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (جمہ - ۱)

جن لوگوں کو توراہ دی گئی پھر انہوں نے اسے اٹھانے سے اس کے احکام پر عمل کرنے سے عملاً انکار کر دیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ جو لوگ آیات الہی کو جھٹلاتے ہیں ان کی

مثال بہت ہی بری ہے۔ اور اللہ راہ راست سے تجاوز کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہاں ان بد بخت لوگوں کی مثال بیان کی گئی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ہی تاکہ وہ اس پر ایمان

لائیں، اس میں غور و تدبیر کریں، اس فرمان کے مطابق عمل کریں، لیکن انھوں نے اس عطیہ الہی کے ساتھ اعتنا نہ کیا، اسکی تعلیمات کی عملاً مخالفت کی، مادہ اس کی آیات کو طوطے کی طرح بڑھ لینے کے سوا ان کوئی تعلق نہ رکھا۔ وہ جب کتاب الہی کے الفاظ و زبان سے دہرتے تو انکی تلاوت بس حلق سے اوپر ہی اوپر ہوتی۔ دل پر ایسا قفل چڑھا رہتا کہ کتاب کی ہدایت کا کوئی اثر اندر تک نہ پہنچے پاتا۔ اس طرح فہم و تدبیر اور عمل و اتباع کے بغیر محض کتاب کے الفاظ دہرائے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اس گدھے سے تشبیہ کی ہے جس کی پشت پر کتابوں کا انبار لدا ہوا ہوتا ہے اور اسے مطلق علم نہیں ہوتا کہ اس میں کیا ہے۔ اسکا واسطہ ان کتابوں سے اتنا ہی ہے کہ وہ انہیں لاوے پھر رہا ہے۔

یہ تمثیل اگرچہ یہود کی بیان کی گئی ہے، لیکن معنوی حیثیت سے یہ ان لوگوں پر بھی چسپاں ہوتی ہے جنہیں قرآن دیا گیا ہے مگر وہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، نہ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، نہ اس کے حقوق ادا کرتے ہیں، نہ اس کو قانون کی حیثیت سمجھتے ہیں۔ ان کا اس کے ساتھ کمال اعتنا صرف اس قدر ہے کہ حریر و مویز کے خوشنما جزو دانوں میں اسے پیٹ کر ٹاپچوں پر رکھ دیا جائے اور بس تبرک کے لیے اس کی تلاوت کر لی جائے۔

(۱۵) مشرکین کی حسرتناک اور کس پیرسا نہ ہلاکت کی تمثیل:

فَاَجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ
وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْءِ مَحْفَاءَ لِلَّهِ عَمِيرًا
مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ
فَكَأَنَّمَا حَوَّى مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ
أَوْ تَهْوَى بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيْقٍ
پس بت پرستی کی نجاست سے دور رہو اور دروغ
گوئی سے بچتے رہو۔ ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ کے ہوا
اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور جو خدا کے ساتھ
شرک کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ گویا وہ آسمان سے
گر پڑا۔ پھر یا تو اسے پرندے اچکے لے جائیں گے یا
کسی دور دراز مقام پر لے جا کر ڈال دیگی۔ (عج - ۴)

اس تمثیل پر غور کرو اور دیکھو کہ اللہ کے ساتھ اختیار کو شریک الوہیت کرنے والوں کے انجام اور حالات کی کیسی کامل تصویر ہے۔ اس تشبیہ میں دو پہلو ہو سکتے ہیں:-

(۱) اسے تشبیہ مرکب مانا جائے۔ یعنی مشبہ اور مشبہ بہ میں باہمی مطابقت ان کے ہر ہر جزو کی حیثیت میں نہ ہو۔ اس صورت میں مشرک کی اس حالت کو، کہ اس نے خود اپنے ہاتھوں ہلاکت کا ایسا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیا ہے جس سے رہائی کی توقع ہی ناممکن ہے، اس شخص کے حال اور انجام سے مشابہت و ممانعت ہو گا جو آسمان سے گر پڑا ہو اور فضا ہی سے پر فوسے سے اچک کر اس کی تنکا بوٹی کرنے لگیں یا ہوا کے تیز و تند جھونکے اسے اڑا کر کسی دور دراز اور کسنان مقام پر ڈال دیں جہاں زندگی کی بقا و حفاظت کی کوئی شکل نہ ہو۔ پس جس طرح اس شخص کی ہلاکت یقینی اور ناگزیر ہے اور اسے اس ہلاکت سے کوئی نجات نہیں دلا سکتا اسی طرح توحید کے رشتہ کو چھوڑ کر کوئی شخص ہلاکت سے بفر نہیں پاسکتا۔

(۲) اسے تشبیہ مفروق مانا جائے جس میں مشبہ اور مشبہ بہ کے تمام متقابل اجزاء میں مطابقت ہوتی ہے۔ اس صورت میں خاص انسانیت کے مقام کو جس کا فطری مقصد خدا کے واحد کی بندگی ہے، اور جسکی خلقی رفعت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مخلوق کے آگے سر نہ جھکایا جائے آسمان سے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس سے اوپر بس اللہ ہے، اور سب کچھ اس کے نیچے ہے۔ جو شخص خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا الہ اور رب اور خدا و نذا اور ان دانا اور مالک امر و نہی بنا تا ہے، یا خداوندی میں دوسروں کو خدا کا شریک قرار دیتا ہے، اس کی حالت ایسی ہے کہ وہ گویا آسمان گر کر تحت الشری کی طرف چلا آ رہا ہے۔ اب جو وہ اس پستی کی طرف چلا تو اس کے دو ہی انجام ہوں گے۔ یا تو وہ ان فاسق و ظالم حکمرانوں اور جھوٹے مذہبی پیشواؤں کے چنگل میں پھنس جائیگا جو اسکی بوئیاں شکاری پرندوں کی طرح فوج فوج کر کھائینگے۔ یا پھر خود اپنی ہوا نفس کے طوفان میں گھر جائیگا اور وہ اسے کہیں کہیں اڑائے لیے پھرگی۔

(۱۵) موحدا اور مشرک کی تشبیہ:

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ
مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَّمًا لِرَجُلٍ هَلْ
يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ۔ (الزمر - ۳)

اللہ تعالیٰ مثال بیان کرتا ہے کہ ایک شخص تو ایسا ہے
جو بہت باہم مخالفت رکھنے والے آقاؤں کا غلام ہے،
اور دوسرا ایسا شخص ہے جو کامل طور سے ایک ہی تاقی
ملک ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (دہرگز نہیں)

ہر عمل کا مستحق صرف خدا ہے، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں۔

یہاں مشرک اور موحد دونوں کی پوزیشن دکھلائی گئی ہے۔ مشرک اس غلام کی طرح ہے جس کی ملکیت میں بہت سے آقا شریک ہیں، اور لطف یہ ہے کہ ان آقاؤں میں بھی موافقت نہیں ہے بلکہ ہر وقت کھینچ تان ہوتی رہتی ہے۔ ہر آقا سے اپنی طرف کھینچتا ہے اور انکی کشاکش میں اس غریب کا حال پتلا ہوا جاتا ہے۔ اسکے لیے ان سب آقاؤں کو بیک وقت راضی کرنا مشکل ہو جاتا ہے، کیونکہ ان سب کے تقاضے متضاد اور احکام متصادم ہیں۔ برعکس اس کے موحد جو ایک خدا کے سوا کسی کا بندہ نہیں، اس کشاکش سے محفوظ اور پورے امن میں ہے۔ اس کی حالت ایسے خادم کی سی ہے جو ایک ہی آقا کا خدمت گزار ہے اور اس کے مزاج اور اس کے احکام و مقاصد سے پوری طرح واقف ہونے کی وجہ سے اس کی خدمت اور اس کی رضا جوئی کا طریقہ اچھی طرح جانتا ہے، اس لیے ایک طرف تو اس کا مالک خوش رہتا ہے دوسری طرف وہ خود مختلف مزاج بہت سے آقاؤں کی خدمت و رضا جوئی کی کشاکش سے محفوظ رہتا ہے، اور اپنے واحد مالک کی ہر طرح کی عنایات کا مرکز بنا رہتا ہے۔ کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں ہو سکتے اور یقیناً نہیں ہو سکتے، تو پھر مشرک اور موحد کیونکر یکساں ہو سکتے ہیں؟

مسئلہ قومیت

تالیف سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ کتاب جمع لطف کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جن میں اسلام کے اصول قومیت کی تشریح کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمان نسلی یا وطنی قومیت کے اصول قبول نہیں کر سکتے۔ نہ غیر مسلموں کے ساتھ مل کر کوئی قومیت بنا سکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ ذیل کے نرخوں پر آپ اسے طلب فرما سکتے ہیں۔

چار آنے میں ایک نسخہ - ایک روپیہ میں ۵ نسخے کم نور روپیہ میں ۵۰ نسخے - پندرہ روپے میں ۱۰۰ نسخے
علاوہ محمول ڈاک بحساب ایک آنہ تین پائی فی نسخہ

پتلا میٹج رسالہ ترجمان القرآن ملتان روڈ - لاہور